قرآن کے متن پر مستشرقین کے تبصروں کا تنقیدی جائزہ

A Critical Review of Orientalists' Commentaries on the Text of the Holy Qur'an

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Mohaddisah Zainab
M.Phil. Education, University of Tehran, Iran.
E-mail: bintenadir.zainab14@gmail.com

Abstract:

It is the belief of all Muslims that the Holy Quran is a revealed book whose text has not been edited by any human being. Rather, it is the word of God that was revealed to the Holy Prophet through revelation. This word was preserved in various ways and we have the same Quranic text from the early age of Islam till today. Contrary to this general belief of Muslims, some Orientalists have tried to prove in their research that the text of the Qur'an is not the revelation; rather, it is a book that has gone through several stages in its editing. They also claim that the Quran’s text is quoted from pre-Quran holy texts.

The present paper highlights the importance of the study of Qur'anic research done by Orientalists first. Then, it examines the attitude of the people of Europe towards theology in general and towards Gospels and Testaments in particular. In addition an attempt has been made to examine how orientalists use a specific method of analysis "Historical Criticism", while evaluation of the text of the Qur'an and what conclusions have they drawn from their criticism.

In the last part of the paper, the conclusions that the Orientalists have drawn regarding the text of the Qur'an have

been critically evaluated. And finally, it is concluded that the method under which the Orientalists have tried to research the text of the Qur'an is, in fact, a false method because this method can be applied to the text of the Testaments and not to the text of the Qur'an. This is the reason why some Orientalists themselves have refuted the arguments of those who have raised doubts about the revelation of the text of the Qur'an. According to this paper, the revelatory status of the Qur'an has been further strengthened by Orientalist research and studies on its text.

Key words: Gospels, Qur'an, Text, Orientalists, Revelations, Human Words.

خلاصہ

تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن کریم ایک وحیانی کتاب ہے جس کا متن، کسی بشر کا تدوین کردہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ کلامِ الٰہی ہے جو وحی کے ذریعے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ اس کلام کو مختلف طریقوں سے محفوظ کیا گیا ہے اور صدرِ اسلام سے آج تک قرآنی نص، ہمارے پاس موجود ہے۔ مسلمانوں کے اس عام اعتقاد کے برخلاف، بعض مستشرقین نے اپنی تحقیقات میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کا متن، عینِ وحی نہیں؛ بلکہ یہ قرآن سے ماقبل مقدس متون سے اقتباس شدہ ایک ایسی کتاب ہے جو اپنی تدوین میں کئی مراحل سے گزری ہے۔

پیشِ نظر مقالہ میں سب سے پہلے مستشرقین کی طرف سے انجام شدہ قرآنی تحقیقات کے مطالعہ کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد بطورِ کلی، الٰہیات کے حوالے سے اور بالخصوص کتابِ مقدس کے حوالے سے اہل یورپ کے رویّے کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے ضمن میں ان کی مختلف متون کے نقد کی ایک مخصوص روش، یعنی "تاریخی نقد" کا جائزہ لیتے ہوئے، اس روش کے تحت مستشرقین کے قرآن کے متن کا تنقیدی جائزہ لینے کی کوشش اور ان سے اخذ شدہ نتائج کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مقالہ کے آخری حصے میں ان نتائج کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے جو مستشرقین نے قرآن کے متن کے حوالے سے اخذ کیے ہیں۔ اور آخر میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مستشرقین نے جس روش کے تحت قرآن کے متن کے بارے میں تحقیق کرنے کی کوشش کی ہے، در حقیقت، وہ روش ہی باطل روش ہے کیونکہ اس روش کو عہدین کے متن پر تو لاگو کیا جا سکتا ہے، قرآن کے متن پر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بذاتِ خود بعض مستشرقین ہی نے اُن لوگوں کے

دلائل کا ابطال کر دیا ہے جنہوں نے قرآن کے متن کے وحیانی ہونے کے بارے میں شکوک و شبہات ایجاد کیے ہیں۔ اس مقالہ کے مطابق، قرآن کے متن کے بارے میں مستشرقین کی تحقیقات اور مطالعات سے قرآن کی وحیانی حیثیت مزید مستحکم ہوئی ہے۔

کلیدی الفاظ : عہدین، قرآن، متن، مستشرقین، وحی، بشری کلام۔

1. موضوع کا تعارف اور اہمیت

قرآن کے بارے میں مستشرقین کے مطالعات بہت وسیع ہیں۔ انہوں نے قرآن کریم کے متن اور مضمون، دونوں پر تحقیقات انجام دی ہیں۔ جہاں تک قرآن کے متن پر مستشرقین کی تنقید کا تعلق ہے تو وہ اس مفروضے پر استوار ہے کہ قرآن پیغمبر اکرم ﷺ کا اپنا تدوین کردہ ایک متن ہے۔ اِس مفروضے کے اثبات کے لئے انہوں نے جو روشیں اپنائی ہیں، اُن میں سے ایک روش، قرآن کے متن کی تاریخی تنقید (Historical Criticism) کی روش ہے۔ اِس روش کو آزمانے سے وہ کن نتائج پر پہنچے ہیں، اِس پر تو ذیل میں بحث کی جائے گی، لیکن یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ مسلمان محققین کے لئے ضروری ہے کہ وہ مستشرقین کی قرآنی تحقیقات سے مکمل آگاہی رکھتے ہوں۔

یہ آگاہی اس لئے ضروری ہے تاکہ اوّلاً، قرآنی مطالعات کے حوالے سے مستشرقین کی غلطیوں کو برملا کیا جاسکے اور اُن کا بروقت ازالہ کیا جاسکے۔ دراصل، ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن کا چیلنج اور ہم کفو طلبی آج بھی باقی ہے: وَإِنْ كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (23:2) ترجمہ: "اور اگر تم اُس کلام کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنالاؤ، اور اللہ کے سوا اپنے حمایتی بلالو اگر تم (اپنے شک اور انکار میں) سچے ہو تو۔"

قرآن ایک ایسا متن ہے جو اپنے اوپر ہر تحقیق و تنقید کو دعوت دیتا ہے اور اس کا یہ چیلنج ہے کہ کوئی تنقید اس کی حجیت و اعتبار کو خدشہ دار نہیں کر سکتی۔ لہٰذا قرآن کے متن پر مستشرقین کی تحقیقات سے کوئی باک محسوس نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ ان کی تحقیقات سے استفادہ کرتے ہوئے قرآن کے جغرافیا، تاریخ اور تعلیمات کو مزید استحکام بخشا جاسکتا ہے۔

مستشرقین کے قرآنی مطالعات سے گہری آگاہی رکھنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ قرآن پر بعض مستشرقین کی تحقیقات بلاشک قابل قدر ہیں اور انہوں نے قرآنیات پر جس مخصوص روش مندی سے کام کیا جو بذاتِ خود مسلمان محققین کے لئے قابل استفادہ ہے۔ لہٰذا مسلمان جہاں دیگر علوم و فنون میں غیر مسلموں کی تحقیقات سے استفادہ کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے، بلکہ: **خذالحكمة ممن سمعتها** "حکمت جہاں سے

بھی ملے، اُسے لے لو" کے قاعدے سے استفادہ کرتے ہوئے ان تحقیقات سے استفادہ کرتے ہیں، قرآنی تحقیقات کے معاملہ میں بھی انہیں یہی روش اپنانی چاہیے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ خود مستشرقین کی روش اور انہی کی زبان میں اُن کے سامنے قرآن کی حقانیت کے اثبات کے قابل ہو جائیں گے۔

زیرِ نظر مقالہ میں قرآن پر مستشرقین کے عمدہ آچار کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ، یورپ میں دینی متون کا تنقیدی جائزہ لینے کے لئے بروئے کار لائی جانے والی چند اہم روشوں کا تعارف کروایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک روش، کسی متن کے "تاریخی نقد" کی روش ہے۔ یہ وہ روش ہے جو مستشرقین نے قرآن کے متن پر بھی آزمائی ہے۔ اس مقالہ میں مستشرقین کی طرف سے قرآن کریم کے متن کے تاریخی نقد کے محرکات، اس کی ماہیت، اس کے سرآغاز اور اس کی انواع واقسام کا جائزہ لیا گیا ہے۔

2. الہیات کے حوالے سے اہل یورپ کی متبادل آئیڈیالوجی

مسیحی الہیات ایک خشک، دقیانوسی اور انعطاف ناپذیر الہیات تھی جس میں کلیسا کے باپ، انجیل کی آیات کے ظواہر کو سند بنا کر دین کی ایسی قرائت پیش کرتے تھے جو عقل اور علم کے ساتھ ہماہنگ نہ تھی۔ اس امر نے یورپ میں عیسائیت اور عالم قدسی کے انکار کا مقدمہ فراہم کیا۔[1] دراصل، نشاۃ ثانیہ (Renaissance) اور اس کے بعد روشنفکری (Enlightenment) کے عصر میں یورپ میں انسانی علوم، کلیسا کی قید سے آزاد ہوئے۔ کتاب مقدس کا ترجمہ ہوا اور یہ کتاب صرف پادریوں کی اجارہ داری سے نکل کر عام قارئین کی دسترس میں آئی۔ اہلِ کلیسا کی طرف سے کتاب مقدس کی تبلیغ شدہ معنویت اور اُن کے ذاتی کردار میں دنیا پرستی کا تضاد سامنے آیا جس نے اہلِ یورپ کو اس تلقینی الہیات کے مقابلے میں ایک متبادل آئیڈیالوجی دی۔[2]

نیز کلیسا کی کیتھولک اور پروٹسٹنٹ روایتوں کے درمیان کشمکش موجب بنی کہ عام لوگ کلیسا کی تعلیمات سے متنفر ہوئے۔ اور جب کتاب مقدس عام لوگوں کی دسترس میں آئی اور عہدین پر تحقیق شروع ہوئیں تو یہ حقیقت لوگوں کے سامنے آئی کہ کتاب مقدس کے متن میں فراوان اشکال پائے جاتے ہیں۔ یہ وہ نقطہ تھا جس پر متون مقدس سے تقدس کی جدائی اور اس پر تاریخی زاویے سے نگاہ ڈالنے یا اُس کے تاریخی نقد کا آغاز ہوا۔

جن عوامل نے اہلِ یورپ کو عہدین کے تنقیدی جائزہ لینے پر برانگیختہ کیا، اُن میں سے ایک عمدہ عامل، یورپ میں جدید فلسفوں کے ظہور سے ابھرنے والی میٹیریالزم اور افلاطونی آئیڈیالزم کی تحریف شدہ قرائت تھی۔ مسیحی الہیات کی ناپختگی نے بھی اُس جدید آئیڈیالوجی کو تقویت دی جس میں الہیات کو شک وتردید کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا۔ سولہویں سے اٹھارہویں صدیوں میں یورپی فلسفے میں رائج معرفتی نظام کے قواعد کی روشنی میں کائنات کے ہر مظہر کے ادارک اور تفسیر میں کسی بھی امر کے حقیقی ہونے کا اصل معیار، ذہن سے باہر کی عینی دنیا اور اس پر

حاکم قواعد ٹھہرے جن کے مطابق کائنات میں علت و معلول کا قانون صرف مادی مظاہر میں محدود تھا۔ وہ اسی دنیا کے قابل لمس اور عینی نظام علت و معلول کے مطابق ہر حادثے کی تفسیر اور تحلیل کے قائل ہوئے۔ روشنفکری کی اس فضا میں الہیات کے بارے میں اہلِ یورپ کی آئیڈیالوجی تبدیل ہوئی اور انہوں نے مقدس متون اور قدسی امور کے انکار کا رویہ اپنایا۔

اگرچہ اس دوران تھامس ایکویناس (Thomas Aquinas: 1225-1274) نے ارسطوئی فلسفے کو کی بنیاد پر مسیحی ایمان کو سہارا دینے کی کوشش کی اور ان کا "Summa Theologica" فلسفہ عیسائی عقائد کو عقلی بنیادیں فراہم کرنے کی کوشش ٹھہرا؛ رینے ڈیکارٹ (René Descartes) (1596-1650) کے چھ تاملات اور مشہور استدلال "Cogito, ergo sum" (میں سوچتا ہوں، لہٰذا میں ہوں) خدا کی حقیقت کو ثابت کرنے کی کوشش کا حصہ ٹھہرا، بلیز پاسکل (Blaise Pascal: 1623-1662)، گوتفریڈ ولہلم لائب نِٹز (Gottfried Wilhelm Leibniz: 1646-1716)، جوزف بٹلر (Joseph Butler: 1692-1752) اور ولیم پیلے (William Paley: 1743-1805) جیسے معروف دانشوروں نے مسیحی الہیات کی گرتی دیواروں کو فکری، فلسفی تاملات کا سہارا دینے کی کوشش کی، لیکن اس سب کچھ کے باوجود یورپ میں عقلیت پسندی اور سائنس پرستی کی وجہ سے روایتی مذہبی عقائد کو شدید چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا اور ایمان نے گویا عقل کے مقابلے میں اور وحی نے علم کے مفاد میں عقب نشینی کرلی۔

اس پسپائی کے نتیجے میں کتاب مقدس کا الٰہی اور وحیانی ہونا اور اس کا انبیائے الٰہی سے منسوب ہونا شک و تردید سے ہمکنار ہوا اور یہ دعوی کیا گیا کہ کتاب مقدس بعد کی نسلوں کا نوشتہ ہے۔ پھر اس دعوے کے ردّ و قبول کے لئے مختلف روشیں اپنائی اور آزمائی گئیں۔ اِن روشوں میں سے ایک روش، عہدین کے متن کے تاریخی نقد کی روش تھی۔ اس روش کے تحت کتاب مقدس کے متن کو بطور کلی دو مرحلوں میں موردِ تنقید قرار دیا گیا؛ یعنی ابتدائی مرحلے کا نقد Lower Criticism اور اعلیٰ مرحلے کا نقد Higher Criticism۔ ابتدائی مرحلہ کے نقد میں متن کے ظاہر کو پرکھا جاتا ہے اور اعلیٰ مرحلہ کے نقد میں متن کے مضمون اور دلالت کو پرکھا جاتا ہے۔

ابتدائی مرحلہ کے نقد کی پیدائش سولہویں صدی عیسوی میں اُس وقت ہوئی جب عہدِ جدید کا یونانی زبان میں اصل متن سامنے آیا۔ اس سے پہلے کتاب مقدس کا وولگات کا لاتینی ترجمہ، ایک معتبر ترجمہ تصور کیا جاتا تھا جس پر کلیسا بہت تاکید کرتا تھا۔ لیکن اصل متن کے سامنے آنے کے بعد وولگات کے ترجمہ کی غلطیوں کا جب انکشاف ہوا تو اس کی وثاقت اور اعتبار زیرِ سوال چلے گئے۔ اسی طرح اٹھارہویں صدی عیسوی میں روشنفکری کی تحریک کے نتیجے میں کتاب مقدس پر اعلیٰ مرحلہ تنقید کا دَور عروج پر پہنچا۔ اس عصر میں، کتابِ مقدس کی نقّادی، ایک عام رجحان اور ایک علمی مضمون کی متنوع اشکال کی صورت اختیار کر گئی۔ اس دَور میں نیچرل سائنسز کی پیروی میں، دینی اور

اخلاقی تعلیمات کے بارے میں بھی سائنسی روش پر تحقیق کا آغاز ہوا۔ اس روش میں کتاب مقدس کو نہ ایک الٰہی اور وحیانی کتاب کے طور پر، بلکہ دیگر بشری متون کی مانند اس کی نقادی شروع ہوئی۔

مشہور جرمن دانشور Johann Gottfried Eichhorn — 172- 1827 عہد عتیق کے جدید نقد کے بانی تھے۔ اپنے عہد میں اس کے "عہدین" کے ساتھ دیگر قدیم ادبی کتابوں کی مانند معاملے نے گویا سنتی اور رائج حد بندی کو توڑ دیا۔ Eichhorn نے سنہ 1779 میں اُس کتاب میں جسے اس نے مستعار نام کے ساتھ شائع کیا عالم ہستی کی پیدائش کے بارے میں سِفرِ پیدائش کے قصوں کو کئی دلائل کے ذریعے قدیم ادبیات کی بے شمار داستانوں کی مانند ایک عام قصہ قرار دیا۔ اسی طرح کتاب مقدس کے پاپی کمشن نے بھی آغاز میں اسفار خمسہ (تورات) کی اصالت اور معتبر ہونے کی تاکید کے باوجود، آہستہ آہستہ یہ عقیدہ اپنا لیا کہ اسفار خمسہ، ایک طولانی تکاملی سفر کا محصول ہیں اور ان میں مختلف اوضاع و احوال کی مناسبت سے تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔

یہ وہ عمدہ عوامل تھے جنہوں نے اہلِ یورپ کے ہاں کتاب مقدس کے بارے میں تاریخی تنقید کی بنیاد رکھی اور انہوں نے اس امر کی تحقیق شروع کی کہ کتاب مقدس کے لکھاری کون تھے، یہ متن کس تاریخی فضا میں لکھا گیا، اس کے ممکنہ منابع کیا تھے، وغیرہ وغیرہ۔ یوں عہدین کے متن کی مختلف تاویلات اور گوناگوں تفسیروں کا دروازہ کھلا اور اس کے معتبر ہونے اور حجیت میں سخت تردید ایجاد ہوئی۔

3. تاریخی تنقید کی روش

یورپ میں عہدین کے متن کا تنقیدی جائزہ لینے کے لئے تاریخی تنقید (Historical Criticism) کی روش سے استفادہ کیا گیا۔ یہ وہ علمی و تحقیقی طریقہ ہے جس کے تحت کسی متن کے تاریخی پس منظر، تدوین و ترتیب کے حالات اور دیگر پہلوؤں کا تنقیدی جائزہ لیا جاتا ہے۔ بعد ازآں، مستشرقین نے قرآن کے متن کا تنقیدی جائزہ لینے کے لئے بھی اسی روش کو آزمایا۔ تاریخی تنقید کی روش میں بنیادی طور پر کسی بھی متن کا پانچ مختلف زاویوں سے تنقیدی جائزہ لیا جاتا ہے:

1) **سند کا نقد:** اس میں مدّ نظر متن کی صحت اور اس کی تاریخی حیثیت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔
2) **ادبی نقد:** اس میں یہ جائزہ لیا جاتا ہے کہ آیا متن کے منقولات صحیح ہیں یا نہیں؛ نیز یہ کہ اس متن کے احتمالی منابع کیا ہیں اور آیا یہ متن مصنف کے اپنے ذہن سے صادر ہوا ہے یا کسی اور کی فکر کا تراوش ہے۔
3) **تاریخی نقد:** اس میں مدّ نظر متن میں بیان شدہ تاریخی مطالب کی علمی صحت، فلسفی یا تاریخی معلومات کی روشنی میں پرکھی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ، متن میں نقل شدہ تاریخی حوادث کے ہمراہ، دیگر تاریخی حوادث کا بھی جائزہ لیا جاتا ہے۔

4) **اسلوب کا نقد:** اس میں زبان و ادبیات کے اصولوں کی روشنی میں مدّ نظر متن کے اسلوب اور نگارش کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

5) **مؤلف کا نقد:** اس میں متن کے تخلیق کار کی زندگی، اُس کے افکار اور علمی توانائیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

4. قرآن کریم اور تاریخی تنقید

اہلِ یورپ کی عہدین سمیت، تمام وحیانی متون کے بارے میں بدبینی یہ ہے کہ یہ متون، الہامی نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا آسمان اور عرشِ الٰہی سے کوئی ربط و تعلق ہے؛ بلکہ یہ کسی ایک یا چند انسانوں کی ذاتی کاوش اور ان کی تخلیق ہیں۔ اس طرزِ تفکر کے نتیجہ میں مستشرقین نے قرآن کریم کے متن کو بھی اپنی تنقیدی تحقیقات کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے قرآن کے متن کے ساتھ وہی رویّہ اپنایا جو عہدین کے متن کے ساتھ اپنایا۔ انہوں نے کوشش اپنی بعض حدسیات ، نیز عثمانی مصاحف اور دیگر قدیمی قرآنی نسخوں میں پائی جانے والی بعض املائی غلطیوں کو سند بنا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن بھی دیگر بشری مکتوبات ہے اور اس کا ایک مادی مظہر کے طور پر مطالعہ کیا جانا چاہیے۔[3]

قرآن کے متن پر اپنی تاریخی تنقید میں مستشرقین کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ قرآن کے متن کے پیغمبر اسلام ﷺ سے انتساب کی صحت کو چیلنج کر سکیں۔ اس ہدف کے حصول کے لئے انہوں نے "تاریخِ قرآن" خصوصی تحقیقات انجام دی ہیں۔ اس عنوان کے تحت انجام دی گئی تحقیقات میں انہوں نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کا متن کیسے وجود میں آیا؟ یہ کن تاریخی، لسانی تحولات سے گذرا؟ اس نے کب موجودہ متن کی صورت اختیار کی؟ اِن سوالات کا جواب پانے کے لئے انہوں نے جن عمدہ موضوعات پر تحقیق کی وہ درج ذیل موضوعات تھے:

1) پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی اور آپ کے زمانے میں قرآن کے متن کی پیدائش اور اس میں واقع ہونے والی تبدیلیاں۔
2) قرآن کے متن کے جمع و تدوین کی تاریخ۔
3) عثمانی مصحف میں موجود سوروں اور آیات کے گروہوں کی تاریخ گذاری۔
4) قرآن کے متن کے رسم الخط اور قرائت کے تکامل کی تاریخ۔
5) تحریف قرآن۔[4]

تاریخِ قرآن پر جن مستشرقین نے تحقیقات انجام دیں اُن میں سے بعض عمدہ شخصیات درج ذیل ہیں:

1. گوستاویل Gustav Weil (1808-1889) نے "Geschichte des Qorans" (تاریخِ

قرآن) کے عنوان سے ایک کتاب لکھی، جو 1844 میں شائع ہوئی۔ یہ قرآن کی تاریخی تنقید پر لکھی گئی اولین یورپی مستشرقانہ کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔

2. اس کے بعد آسٹریائی مستشرق آلویس اشپرینگر (Aloys Sprenger: 1813-1893) نے جرمن زبان میں "محمد کی زندگی اور تعلیمات"، "Das Leben und die Lehre des Mohammad" کے نام سے تین جلدوں پر مشتمل پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت لکھی ہے۔[5] اشپرینگر نے اس کتاب کی تیسری جلد کے مقدمہ کے تقریباً چھتیس صفحات میں قرآن کے متن کی یہودیت میں جڑوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔

3. سر ولیام مویر (Sir William Muir, 1819-1905) نے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی سوانح پر ایک تفصیلی کتاب "The Life of Mahomet: From Original Sources" (پیغمبر محمد ﷺ کی زندگی: اصل ماخذ سے) لکھی۔ یہ کتاب 1858-1861 کے درمیان چار جلدوں میں شائع ہوئی اور بعد میں مختصر شکل میں "The Life of Mahomet and History of Islam to the Era of the Hegira" کے نام سے بھی شائع ہوئی۔

4. ریجس بلاشیر (Régis Blachère, 1900-1973) ایک معروف فرانسیسی مستشرق تھے۔ انہوں نے سنہ 1957 میں "Le Coran" کے نام سے قرآن کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا اور سنہ 1947 میں قرآن کی تاریخی تنقید، اس کے نزول اور تدوین پر "Introduction au Coran" کے نام سے کتاب شائع کی۔

5. تھیوڈور نولدیکے (Theodor NÖldeke, 1836-1930) ان کی کتاب Geschichte des Qorans (قرآن کی تاریخ) معروف ہے جو قرآن کی تدوین اور ترتیب نزولی پر ایک بنیادی تحقیق سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب میں نولدیکے نے بزعم خود قرآن کے تاریخی ارتقا کا جائزہ لیا ہے۔ جب یورپ میں اسلامی مطالعات میں دلچسپی اور توجہ میں اضافہ نے پیرس کے کتیبوں پر تحقیق اور ادبیات پر تحقیق کے کلچرل کونسلیٹ کو اس امر پر برانگیختہ کیا کہ وہ یہ تجویز دے کہ " قرآن کے متن کے بارے میں انتقادی تاریخ "پر انفرادی طور پر لکھی گئی کتاب پر انعام دے گا تو نولدیکے نے "قرآن کی جمع و تدوین کا سرچشمہ "کے عنوان پر اپنا پی۔ ایچ۔ ڈی کا تھیسز لکھ کر یہ انعام جیتا۔

6. جرمن مستشرق، ہبرٹ گریمے (Hubert Grimme, 1864-1942) جو کہ تھیوڈور نولدکے (Theodor NÖldeke) اور گولڈ زیہر (Ignaz Goldziher) کے کاموں سے متاثر تھا، اُس نے قرآن کے اسلوب اور زبان پر تحقیق کی اور اسے ایک ادبی اور تاریخی متن کے طور پر سمجھنے کی کوشش کی۔ گریمے نے قرآن کی لسانی ساخت (linguistic structure) پر تحقیق کی اور یہ نظریہ دیا کہ قرآن کے کچھ حصے شاعرانہ انداز رکھتے ہیں اور ان کا تعلق قبل از اسلام کی عربی شاعری سے بھی جوڑا جا سکتا ہے۔

7. رچرڈ بیل(Richard Bell, 1876-1952) جنہوں نے قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ ان کا کام "The Qur'an: Translated, with a Critical Re-arrangement of the Surahs" دراصل، ایک عام ترجمہ نہیں، بلکہ بیل کے مطابق چونکہ قرآنی سورتوں کی موجودہ ترتیب میں تحریف ہوئی ہے لہٰذا اس نے سوروں کی ترتیب کو از سر نو مرتب کیا ہے۔ اس کتاب میں بیل نے قرآن کریم کے متن کی تحلیل (Textual Analysis) کی ہے اور اپنی تنقیدی تشریحات اس میں شامل کی ہیں۔
8. آرتھر جیفری(Arthur Jeffery, 1892-1959) جیفری نے اپنی کتاب Materials for the History of the Text of the Qur'an میں قرآن کی مختلف قراءتوں (variant readings) پر تحقیق کی ہے۔
9. ولیم مونٹگمری واٹ(William Montgomery Watt, 1909-2006) ایک اسکاٹش مستشرق تھا جس نے سنہ 1953 میں نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی پر تفصیلی تحقیق "Muhammad at Mecca" شائع کی۔ اس نے سنہ 1956 میں آنحضرت ﷺ کی مدنی زندگی، اسلامی ریاست کے قیام، اور سیاسی و سماجی حالات پر "Muhammad at Medina" کے نام سے ایک خاص تجزیہ پیش کیا۔ اور سنہ 1961 میں "Muhammad: Prophet and Statesman" کے عنوان سے سیرتِ نبوی ﷺ پر ایک جامع کتاب تالیف کی۔ واٹ اگرچہ ایک مستشرق ہے، لیکن س نے کئی جگہوں پر نبی ﷺ کی شخصیت کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔
10. جان وانزبرو(John Wansbrough, 1928-2002) وانزبرو نے اپنی کتاب Quranic Studies: Sources and Methods of Scriptural Interpretation میں قرآن کو ایک تدریجی ارتقا پذیر متن کے طور پر دیکھا ہے اور اس کا تاریخی و ادبی تجزیہ کیا ہے۔
11. پٹریشیا کرون (Patricia Crone, 1945-2015) اور مائیکل کک (Michael Cook, 1940-) نے اپنی کتاب Hagarism: The Making of the Islamic World میں قرآن کو غیر اسلامی ذرائع سے جانچنے کی کوشش کی اور کئی متنازع نظریات پیش کیے۔ اینجلا نیوویرتھ (Angelika Neuwirth, 1943-) نے اپنی کتاب The Qur'an and Late Antiquity میں قرآن کو قدیم مذاہب اور ادبی روایات کے تناظر میں دیکھا اور اس کے ادبی و ثقافتی پس منظر پر کام کیا۔
12. معاصر مستشرق، نکولائی سینائی(Nicolai Sinai) نے اپنی کتاب The Qur'an: A Historical-Critical Introduction میں قرآن کے تاریخی پس منظر، اس کی تدوین اور اس کے متون پر ایک جدید تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔

13. امریکی معاصر مستشرق، فریڈ ڈونر(-Fred M. Donner, 1945) نے اپنی کتاب Muhammad and the Believers: At the Origins of Islam میں قرآنی وحی کو ایک تاریخی و معاشرتی تناظر میں پرکھا ہے۔

14. کالج دی فرانس (Collège de France) میں "تاریخِ قرآن: متن اور ترسیل" کے پروفیسر، فرانسوا دیروش (FranÇois Déroche) ایک اور معاصر مستشرق ہیں جو قرآنی متون کی تاریخ کے ماہر ہیں۔ فرانسوا نے قرآنی مخطوطات پر کام کیا ہے اور قرآنی متن کی تدوین کی تاریخ پر اہم تحقیقات فراہم کیں۔[6]

یورپی دانشوروں کی طرح بعض مسلمان محققین نے بھی انہی کی طرز پر قرآنی متن کے بارے میں بعض تحقیقات انجام دی ہیں۔ ان میں محمد آرکون اور نصر حامد ابوزید جیسے بعض جدید معتزلی بھی شامل ہیں۔[7]

5. قرآن کے متن کے حوالے سے مستشرقین کے چند عمدہ اشکالات

اپنے قرآنی مطالعات میں مستشرقین نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ آیا قرآن کریم کو پیغمبر اکرم ﷺ کے دَور سے منسوب کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں اُن میں اتفاق نہیں پایا جاتا۔ مثال کے طور پر، اس حوالے سے ابراہام گائیگر Abraham Geiger نے اپنی مشہور کتاب "محمد نے یہودی متون سے کیا اخذ کیا ہے" "Was hat Mohammed aus dem judentum aufgeommen?" میں پہلی بار قرآن کے یہودی منابع سے اقتباس کا نظریہ پیش کیا۔ اس نے کوشش کی ہے کہ یہ ثابت کرے کہ قرآنی تعلیمات اور احکام کا مضمون یہودی تعلیمات کے تحت تاثیر واقع ہوا ہے۔

اسی طرح گائیگر کے ہم عصر ویلیام مویر (1819-1905) نے پیغمبر اکرم ﷺ کی زندگی کے بارے میں چار جلدوں پر مشتمل اپنی کتاب (1858-1861) "The Life of Mahomet" میں دعویٰ کیا کہ حضرت محمدؐ کی تعلیمات کا بڑا حصہ یہودیت اور مسیحیت سے ماخوذ ہے۔ وہ اسلام کو مسیحیت کی ایک قرائت قرار دیتا ہے۔[8] لندن یونیورسٹی میں مشرقی اور افریقائی مطالعات کے استاد، جان ونزبرو John Wansbrough نے بھی قرآن کے عصرِ پیغمبر سے انتساب میں شک کیا ہے اور وہ دوسری صدی کے اواخر یا تیسری صدی کے اوائل کو قرآن کی تدوین کا زمانہ قرار دیتا ہے۔ جان ونزبرو نے اپنی دو کتابوں "تفرقہ بازی کا ماحول "The Sectarian Milieu اور "قرآنی مطالعات" Quranic Studies میں قرآن کے منابع کے بارے میں ادبی زاویے سے تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ اُس نے قرآن کے تدوین کنندہ، اس کے اعتبار، وثاقت اور تدوین کے زمانہ کے بارے میں شکوک و شبہات ایجاد کیے ہیں اور تیسری صدی ہجری کو قرآن کی نہائی تدوین کا عصر قرار دیا ہے۔ ونزبرو اور چند دیگر مستشرقین کا عقیدہ یہ رہا ہے کہ قرآن تفرقہ بازی کی فضا میں تدوین پایا ہے اور قرآن نے یہودیت اور عیسائیت جیسے اپنے سے سابقہ

ادیان سے اقتباس کیا ہے۔[9]

جان ونزبرو کی طرح میشل کوک Michel Cook ، پاتریشیا کرون Patricia Crone اور مینگانا Mingana جیسے دوسرے مستشرقین نے بھی اِسی افراطی رویّے کے تحت قرآن کریم کے منابع کے بارے میں تنقید کی ہے۔ اسی دوران ایک جرمن نسل مستشرق ہارتویچ ہرشفلڈ نے 1878 میں "Beiträge zur Erklärung des Korans" یا قرآن میں یہودی عناصر" کے عنوان کے تحت ایک کتاب شائع کی۔ وہ قرآن کے متن کے بارے میں اسلامی روایات کو مستند ماننے کے بجائے، قرآن کی متنی تنقید (Textual Criticism) پر توجہ دیتا تھا۔ اس نے اپنی اس کتاب میں قرآن کے متن اور اس کی زبان کے حوالے سے تاریخی و لسانی تجزیے کی روش کو اپناتے ہوئے قرآن کے الفاظ، اس کی اصطلاحات اور اس کے اسلوب کا عبرانی، آرامی اور سامی زبانوں کے تناظر میں مطالعہ کیا۔ وہ قرآن کے متن پر یہودی اور سامی اثرات پر زور دیتا تھا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا تھا کہ قرآن کے بہت سے تصورات کا تعلق یہودیت اور دیگر سامی مذاہب سے ہے۔

شاید بیسویں صدی کے شروع ہونے سے پہلے اس حوالے سے چھپنے والی آخری کتاب برطانوی مستشرق ایڈورڈ سیل (Edward Sell, 1832-1869) کی کتاب "قرآن کا تاریخی تکامل" (The Historical Development of the Quran) [10] ہے جو 1907 میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں سیل نے قرآن کے نزول، ترتیب، اور تاریخی ارتقاء پر بحث کی۔ وہ قرآن کو وحی کے بجائے ایک تاریخی اور انسانی دستاویز کے طور پر دیکھتا ہے۔

6. مستشرقین اور قرآنی کلمات کی ریشہ یابی

کسی متن کے تاریخی نقد میں ایک اہم کام، اُس متن کے کلمات کا جائزہ لینا ہوتا ہے جس میں ناقد کلمات کی ریشہ یابی کرتا ہے اور حتی الامکان کلمات کی ابتدائی شکل کی تعمیرِ نَو کرتا ہے۔ جہاں تک قرآن کریم پر مستشرقین کی تحقیقات کا تعلق ہے تو اس حوالے سے اُن کی کوشش یہ رہی ہے کہ جن قرآنی کلمات کی تغییر یا نقل مکانی کا احتمال پایا جاتا ہے، ان کی اصلاح اور تعمیر کی جائے اور ان کلمات کے اصل ریشہ اور منبع تک رسائی حاصل کی جائے۔ اس غرض و غایت کے تحت انہوں نے کتاب مقدس کے متن کی نقّادی میں اپنائے گئے معیارات اور قواعد و ضوابط کے مطابق قرآن کریم کا ایک انتقادی متن تیار کرنے کی کوشش کی ہے۔

قرآنی کلمات کی ریشہ یابی کے حوالے سے معروف مستشرق، کرسٹوف لوکزنبرگ (Christoph Luxenberg) اپنے سے پہلے کے مستشرقین پر اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کی تاریخی اور لسانی تنقید میں روایتی مسلم تفاسیر پر ضرورت سے زیادہ انحصار کیا اور متن کے اندرونی لسانی و تاریخی تناظر کو نظر انداز کیا۔ وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ قرآن کے متن کے سریانی-آرامی پس منظر کو مدّ نظر رکھنا ضروری ہے۔ اپنی کتاب "Die

"The Syro-Aramaic Reading of the Koran یا syro-aramäische Lesart des Koran" میں وہ مدعی ہے کہ متعدد قرآنی الفاظ کا ریشہ سریانی-آرامی (Syro-Aramaic) ہے۔
مثال کے طور پر، **"حور عین"**، جس کا مسلم تفسیری سنّت میں عام طور پر معنی "جنت میں گوری آنکھوں والی حوریں" کیا جاتا ہے، یہ دراصل سریانی زبان میں "سفید انگور" (White Grapes) کے معنی میں ہے۔ اپنے خاص مفروضے پر عمل پیرا ہوتے ہوئے لوکزنبرگ، بعض قرآنی کلمات کے حروف کے نقطے حذف کرکے یا اُن پر نقطے ڈال کر اِن کلمات کی سریانی - مسیحی جڑیں ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے گمان کے مطابق، قرآن کی تقریباً ایک چوتھائی آیات میں ابہام پایا جاتا ہے جس کی سریانی–آرامی زبان کی اساس پر رمزگشائی ممکن ہے۔

7. تنقیدی جائزہ:

قرآن کے متن کے حوالے سے مستشرقین کے چند عمدہ اشکالات کا درج ذیل نکات کی صورت میں تنقیدی جائزہ لیا جاسکتا ہے:

1) **تدوین میں تاخیر**: اگر ہم مستشرقین کے قرآن کریم کے متن کے پیغمبر اکرم ﷺ کے عصر سے انتساب کے اشکال کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک نادرست اشکال ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی تاریخی وثاقت کے بارے میں کہنا چاہیے کہ قرآن کریم، وحی کے اس سلسلے کا محصول ہے جو پیغمبر اکرم ﷺ پر نازل ہوا ہے اور اپنے اسے صحابہ پر قرائت کیا ہے اور انہوں نے اسے بغیر کسی کمی، زیادتی کے حفظ کیا اور اپنے سے بعد کی نسلوں تک منتقل کیا ہے۔ جبکہ کتاب مقدس، نزول کے کئی سال بعد لکھی گئی اور اس کی کئی تہیں اور متعدد فہم ہیں۔
اِس کے علاوہ کئی تاریخی شواہد، جیسے پیغمبر اکرم ﷺ کا صحابہ پر وحی کی قرائت کا اہتمام، آپؐ کی قرآن کے اقراء اور استقراء پر تاکید، آپؐ کی طرف سے تازہ اسلام لانے والے مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دینے کے لئے معلّمین کو معین کرنا، اور آپؐ اور آپؐ کے جانشینوں کی قرآن کے حفظ پر تاکید، نیز تواتر جیسی نقلی شواہد جو کہ اس موضوع سے مربوط کئی کتابوں میں مورد تحقیق واقع ہوئے یہ سب تاریخی شواہد، قرآن کریم کی وثاقت اور اس کے معتبر ہونے کے شواہد ہیں۔
2) **بشری کلام**: اگر ہم مستشرقین کے اس مفروضے کو دیکھیں کہ قرآن بشری کلام ہے تو حقیقت یہ اعتراض اتنا پرانا ہے جتنا خود قرآن کریم۔ مشرکین مکہ نے قرآن کے بارے میں یہی دعویٰ کیا تھا کہ یہ سابقہ قوموں اور لوگوں کے افسانے ہیں جسے پیغمبر نے خود سے لکھ لیا ہے: قالوا اساطیر الاوّلین اکتتبھا۔ اس شبہے کے ردّ میں قرآن کا اعجاز اور تحدی آج بھی موجود ہیں۔ اس مفروضے کی ابطال کی ایک اور اہم دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم نے اپنے عصرِ نزول کی بشری تہذیب کے ساتھ مبارزہ کیا ہے اور بشری کلام جس کی عمدہ تجلی

عصرِ جاہلیت کے شاعرانہ کلام میں پائی جاتی ہے، اس کے بالکل برعکس، مفاہیم اور تعالیم پیش کی ہیں۔ علاوہ ازیں، امیہ بن صلت جیسے کئی شعراء نے اپنی شاعری میں قرآن سے تاثیر اخذ کی ہے۔ اور ان کا کلام اپنی فصاحت و بلاغت اور اعجاز میں کبھی بھی پیغمبر اکرم ﷺ کے کلام اور لسانِ وحی کا رقیب نہیں بن سکا۔ پس قرآن کسی بشری کلام سے اقتباس شدہ نہیں ہے۔

3) **سریانی-آرامی کلمات:** جہاں تک اس اشکال کا تعلق ہے کہ قرآن کے متن میں بعض کلمات سامی-عبرانی ہیں تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جس سے قرآن کا وحیانی ہونا اور اس کی حجیت پر کوئی سوال کھڑا ہوتا ہو۔ کیونکہ قرآن عربی زبان میں، انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے۔ جس طرح اللہ تعالی نے اپنے انبیاء کو بشریت کے لبادے میں مبعوث فرمایا ہے، اسی طرح اپنے کلام کو بھی بلسان قوم بھیجا ہے تاکہ اس کے فہم میں کسی کے لئے کوئی حیل و حجت باقی نہ رہے۔ اور جب ایسا ہے تو مختلف زبانوں، منجملہ عربی زبان کا دوسری زبانوں کے ساتھ بعض الفاظ و کلمات میں اشتراک، قرآن کی وحیانی حیثیت کو چیلنج نہیں کر سکتا۔[11]

4) **یہودی، عیسائی منابع:** جہاں تک اس مفروضے کا تعلق ہے کہ قرآن کریم یہودی-عیسائی منابع سے لیا گیا ہے تو مسلمان محققین نے اس مفروضے کو بھی محکم دلائل کے ساتھ ردّ کیا ہے۔ جن دلائل کی بنیاد پر اس مفروضے کو باطل ثابت کیا گیا ہے اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی بعض یہودی-عیسائی تعلیمات کے ساتھ محض مشابہت اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ قرآن ان کتابوں سے بطورِ اقتباس لیا گیا ہے۔ کیونکہ اوّلا، تمام آسمانی ادیان، اپنے پیغام اور تعلیمات کے گوہرِ ناب میں شریک ہیں۔ اور ان کا باہمی اختلاف، ایسے مسائل میں ہیں جن پر زمان و مکان اور اجیال، اعصار اور امصار اثرانداز ہوتے ہیں۔ ثانیا، قرآن کے یہودیت اور عیسائیت کی بہت سی تعلیمات کو ردّ کیا ہے اور کئی حوالوں سے قرآنی تعلیمات، ان ادیان کی تعلیمات کے ساتھ تفاوت، حتی کہ تضاد پر مشتمل ہیں۔

پس یہ مفروضہ نہ فقط مسلمان دانشمندوں کی طرف سے، بلکہ یورپی دانش مندوں کی طرف سے بھی مردود قرار دیا جا چکا ہے۔ یورپی محققین میں سے آنگلیکا نویورٹ نے بھی موجودہ قرآنی مطالعات نامی کتاب میں مندرج اپنے مقالے "قرآنی مطالعات اور کلمات شناسی، قرآن کی متنی سیاستیں، اجراء، نفوذ اور بالآخر کتاب مقدس کی سنّت کا زوال" میں قرآن کے دیگر منابع سے اقتباس کے نظریہ کو مردود قرار دیا ہے۔

8. نتیجہ گیری:

جیسا کہ اس مقالے کے آغاز میں یاد آوری کرائی گئی ہے کہ قرآن کریم، کتابِ مقدس نہیں ہے کہ اس کے متن کی حجیّت اور اعتبار کو چیلنج کیا جاسکے۔ اس کی سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ آج تک متشرقین اپنی تمام تر تگ و دَو کے باوجود قرآن کے متن کے اعتبار کو قابل قبول دلائل کے ساتھ چیلنج نہیں کر سکے۔ بلکہ اگر کسی مستشرق نے اپنے مطالعات کی بنیاد پر ایسا نتیجہ اخذ کیا بھی ہے تو خود دیگر مستشرقین نے اسے اپنے دلائل سے ردّ کر دیا ہے۔ تاہم ضروری ہے کہ علوم قرآن اور قرآنیات کے مسلمان ماہرین ہمیشہ مستشرقین کے قرآنی مطالعات اور تحقیقات پر گہری نظر رکھیں اور ان کی طرف سے اٹھائے گئے اشکالات کا بروقت جواب دیں۔

اگرچہ مستشرقین اور مغربی محققین نے کوشش کی ہے کہ قرآن کے بارے میں بھی اسی روش کو بروئے کار لائیں اور قرآن کے مضمون کے بھی تاریخی اسناد اور معتبر منابع کا تعارف کروائیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن اس لحاظ سے کتاب مقدس کے ساتھ اساسی فرق رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُن کی قرآن کے بارے میں ڈیڑھ صدی کی تاریخی تحقیق کا نتیجہ صرف چند ایسے شبہات ہیں کہ جو قرآن کی سابقہ منابع، منجملہ کتاب مقدس کے ساتھ بعض شباہتوں سے تمسک کی وجہ سے پیش کیے گئے ہیں۔

قرآن کے متن کے بارے میں یورپی مطالعات میں بہت سے شبہات کی مہم ترین نظری اساس، قرآن کے بارے میں اُسی تاریخی نقد کی روش کو لاگو کرنا تھا جو انہوں نے عہدین کے نقد میں بروئے کار لائی گئی۔ تاریخی نقد کی روش، کتاب مقدس کے نقد کا سابقہ، تاریخی دلائل اور اس کے نتائج، کہ جو کتاب مقدس کے وحیانی متن ہونے کے مقام و مرتبہ سے عام بشری نوشتہ جات کے رتبے تک تنزل، مہم نکات بیان کیے گئے۔ انہوں نے کوشش کی ہے کہ اسی روش کو قرآن کے بارے میں بھی بروئے کار لائیں اور بعض تاریخی مستندات کو قرآن کے مضامین کے منبع کے طور پر پیش کریں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس لحاظ سے قرآن، کتاب مقدس کے ساتھ اساسی تفاوت رکھتا ہے۔ قرآن پر منبع کے نقد اور متن کے نقد کی جو روشیں اپنائی گئیں، انہوں نے قرآن کریم کے وحیانی متن ہونے پر مزید تاکید کی۔ اس فصل کی آخری بحث جو کہ قرآن کی تاریخ کی روش پر مرکوز ہے اس میں قرآن کی تاریخ کے بارے میں مستشرقین کی طرف سے پیش کی گئی بحثوں کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔

*****

References

1 . See:
   1) "A History of the Warfare of Science with Theology in Christendom" – Andrew Dickson White
   2) "The Conflict Between Religion and Science" – John William Draper
   3) "The Decline of the Church and Rise of Modern Thought" – James Thrower
   4) "The Enlightenment: The Pursuit of Happiness, 1680-1790" – Ritchie Robertson
   5) "God's Funeral: The Decline of Faith in Western Civilization" – A. N. Wilson.

2. Dr. Ali, Sharifi, *Jerian Shanasi Mutaliyaat Qurani Mahser*, (Tehran, Paroash Hoza Danish Gaha, 1399 SH), 130.

دکتر علی، شریفی، جریان شناسی مطالعات قرآنی معاصر، (تہران، پژوھش حوزہ ودانشگاہ، 1399ھ ش)، 130۔

3. Ibid, 131; Mary Dumari wa Niconam, "*Criticism of the Holy Book; Historical-Cognitive Aspects and Effects on Qur'anic Studies*", Ma’rifat Adyan, Vol.8, Issue 1, Serial Issue# 29, (1395 SH): 26.

ایضاً، 131، بہ نقل از: نفیسہ امیری دوماری و جعفر نکو نام، "نقد کتاب مقدس؛ خاستگاہ تاریخی-معرفتی وتاثیر آن بر مطالعات قرآنی"، معرفت ادیان، جلد8، شمارہ 1، مسلسل شمارہ 29، (1395): 26۔

4. Ibid, 139; Muhammad Kazim, Shakir, *Andeshah hai Qarani*, Vol. 1, (Qom, Danish Gaha Qom, 1394 SH), 12-14.

ایضاً، 139؛ محمد کاظم، شاکر، اندیشہ ھای قرآنی، ج1، (قم، دانشگاہ قم، 1394ھ ش)، 12۔14۔

5 . A. Sprenger, *Das Leben und die Lehre des Mohammed*. Nach bisher grobtenteils unbenutzten Quellen, Berlin, Reprint of the German edition, 1861.

6 . OpenAI, ChatGPT, response to a question on Orientalist studies of the Quran [27/02/2025].

7. Sharifi, *Jerian Shanasi Mutaliyaat Qurani Mahser*, 127.

شریفی، جریان شناسی مطالعات قرآنی معاصر، 127۔

8 . William Muir, *Life of Mahomet and History of Islam to the Era of the Hegira*. 1858-1862. 4 Vols.

9. Sharifi, *Jerian Shanasi Mutaliyaat Qurani Mahser*, 133.

شریفی، جریان شناسی مطالعات قرآنی معاصر، 133۔

10. Edward Sell, The Historical Development of the Quran, London, Simpkin, Marsh6all, Hamilton, Kent & Co, 4th Edition 1923, 1st Edition, 1893.

11. For more information, see: Himati wa Shakir, *Criticism and Analysis of Christophe Luxenberg's Opinions in the Book of the Aramaic-Syriac Reading of the Quran*, (Qom, Danish Qada Asool e Deen, 1395 SH).

مزید معلومات کے حصول کے لئے دیکھیں: ھمتی و شاکر، نقد و بررسی آراء کریستف لوگزنبرگ در کتاب قرائت آرامی-سریانی قرآن، (قم، دانشکدہ اصول دین، 1395)۔